قانون میعاد سماعت کا شرعی جائزہ

Appraisal of Limitation Act under Islamic Law

صفی اللہ صفی (پی ایچ ڈی سکالر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ)
ڈاکٹر محمد ریاض خان الازہری اسسٹنٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ)

Abstract
Limitation Act deals with the stipulated duration in which a suit can be filed in a court of law. After the lapse of this period, the court has no authority to trial the law suit, unless the court is so authorized to waive off the period of delay. If a person fails to claim his right in a certain time frame due to negligence, he is not admissible to claim it after the lapse of the stipulated period. This act augments and re-in forces the right and privilege of plaintiff. The law has diminished the chances of fraud and deception. As per the act any lawsuit not filed in due course of time is declared time barred and lacks maintainability. The act only determines the permitted duration of claim. Any person who holds possession of property without any force, pressure or breach of trust for a certain time is assisted by law to maintain his possession without facing any resistance. The law protects the possession holders against any delayed undue claim. Therefore it can be said that Limitation Act is an act of regulation.
Key word: Juridical law, limitation act, suit, duration, claim.

تمہید

ہمارے ملک پاکستان کی عدالتوں کے اندر دعوؤں، درخواستوں اور اپیلوں کے دائر کرنیکی میعاد سماعت کے سلسلے میں ایک قانون ابتداء (1947ء) سے لیکر اب تک نافذ عمل ہے جو 1908ء کے قانون میعاد سماعت کے نام سے موسوم ہے۔ قانون میعاد سماعت اس عرصہ میعاد یا مدت سے بحث کرتا ہے جس عرصہ میعاد یا مدت میں کوئی مقدمہ یا قانون کاروائی عدالت میں دائر کی جاسکتی ہے۔ مقررہ میعاد کے ختم ہونے پر عدالت کو مقدمے کی سماعت کا اختیار حاصل نہیں رہتا الا یہ کہ عدالت اس تاخیر کو معاف کرنے کی مجاز ہو۔

قانون کی حقیقت

معاشرے کے ساتھ انسان کا تعلق مدنی الطبع ہونے کی وجہ سے لازمی ہے، رہبانیت اور انفرادیت شرعاً اور عقلاً دونوں لحاظ سے ممنوع ہے۔ انسان کائنات کی زینت ہے یہ اچھے معاشرے میں ہی ممکن ہے۔ انسان کی ضروریات اور حوائج کو دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ انسان اپنی جملہ ضروریات خود پورا نہیں کر سکتا بلکہ معاشرے میں رہ کر ایک دوسرے سے

استفادہ کر سکتا ہے۔ اگر استفادہ کے معیار پر کوئی پابندی نہ ہو تو انسان کی زندگی تباہ ہوگی۔ ایسی صورت میں جبر و تشدد، حرص ولالچ، ظلم و ستم اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہوگا۔ انسانی معاشرے میں زندگی گزارنے کے لئے ایک ضابطہ حیات کی ضرورت ہے جس میں معاشرہ بربادی سے محفوظ ہو۔ انسانی زندگی کے سنوارنے کے لئے اس ضابطہ حیات کا دوسرا نام قانون اور آئین ہے۔ قانون کی جامع تعریف یوں بیان کی جاتی ہیں:

"قانون معاشرے کی طرف سے نافذ کردہ رسوم وروایات کا وہ مجموعہ ہے جس کے ذریعے انسان کے سفلی جذبات کو قابو میں کیا جاتا ہے اور انسان کے اپنے ہم جنسوں کے ساتھ رویے کو مربوط کیا جاتا ہے"[1]۔

اسلامی فقہ کی رو سے قانون کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"الحکم خطاب المتعلق بافعال المکلفین بالاقتضاء او التخییر او الوضع"[2]

قانون کی ضرورت:

اسلام کی نظر میں تو مکلف انسان قانون اور ضابطے کے پابند ہے۔ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **الدنیا سجن المؤمن**"[3] دنیا مسلمان کے لئے ایک جیل خانہ ہے جہاں اس کی ہر ایک حرکت قانون اور ضابطہ کے تحت ہوگی۔ مذہب کے لحاظ سے یہ پابندی ایک لازم امر ہے اور آج کل جمہوریت پسند لوگ بھی قانون کے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتے اگرچہ زبان پر آزادی کا نعرہ لگاتے ہیں حالانکہ ان کی آزادی در حقیقت مذہب اور عقیدے سے عبارت ہے[4]۔

قانون کی ابتداء:

اسلامی نقطہ نظر سے قانون کی ابتداء ہبوط آدم سے شروع ہوئی ہے جب انسان کو خلیفہ بنا کر بھیجا گیا تو خلافت کے نظم ونسق کے لئے قانون کی ضرورت خود بخود محسوس ہوئی موجودہ دور کے قانونی ماہرین کی رائے یہ ہے کہ خاندان اور قبیلہ کے وجود کے ساتھ ہی دنیا میں قانون کا ظہور ہوا۔ انسان نے حرص اور لالچ سے جب ہم نوع کے حقوق پر دست درازی شروع کی تو حقوق کی حفاظت کے فطری جذبہ نے لوگوں میں قانون کی ضرورت کا احساس ابھارا چنانچہ غیر اختیاری طور پر خاندانوں اور قبیلوں میں عرف، رواج یا دوسرے ایسے قواعد وضوابط پیدا ہوئے جس کے تحت زندگی گزارنی ضروری ہوئی جب خاندان اور قبیلہ میں وسعت پیدا ہوتی گئی تو قانون کی ضرورت میں بھی شدت ہوتی رہی اور قانون کو معاشرے کے تقاضوں اور حالات سے ہم آہنگ کرنے کے لئے جدت اور تبدیلی لازم قرار پائی۔ اگرچہ یہ طفولیت کے ادوار تھے اور جب خاندان اور قبیلہ سے انسانی معاشرہ ریاست کی شکل میں تبدیل ہوا تو قانون نے دوسرا قدم اٹھایا۔ اور جب ریاست سے سلطنت اور حکومت کی صورتیں سامنے آئیں تو اس قانون میں اور جدت پیدا ہوئی گویا کہ انسانی زندگی کے پہلے دن سے ہی قانون کو اہم حیثیت حاصل رہی ہے[5]۔

قانون کی قسمیں

انسانی معاشرے کی اصلاح کے لئے دو قسم کے قوانین وضع ہوئے:

پہلی قسم کا قانون وہ ہے جو انسان نے خود اپنے لئے بنایا مقنن خود بھی اس کا پابند رہا اس قانون میں عموماً وقت اور حالات کی رعایت ہوتی رہی۔ مقنن معاشرے کے حالات کو مد نظر رکھ کر قانون مرتب کرتا رہا۔ جب حالات کی تبدیلی ایک لازمی امر تھا تو اس قانون میں بھی ترمیم واضافے روزمرہ کا ایک معمول بن گیا قانون کی اس قسم کو ہم انسانی قانون سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ اس کا بنانے والا خود انسان ہوتا ہے اور یہ انسانی دماغ کا اثر ہے۔

دوسری قسم کا قانون وہ ہے جس کا بنانے والا بالائی طاقت رہی یعنی مقنن نے اپنی ضروریات کے لئے نہیں بلکہ دوسروں کی ضروریات کے لئے قانون وضع کیا۔ اس میں وقتی مسلحت یا حالات کی ضرورت کی رعایت نہیں رکھی گئی بلکہ ابدی ضرورت کو مد نظر رکھ کر قانون بنایا تھا اس لئے وقت اور ضرورت کی تبدیلی سے اس کی قانونی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑا یہ عمر بھر کے لئے قابل عمل رہا۔ اس قانون کو رحمانی قانون کہا جاتا ہے[6]۔

قانون میعاد سماعت کے اصول

1. اگر دعویٰ تعین کردہ مدت کے اندر دائر نہ کیا جائے تو اسے خارج کر دیا جاتا ہے اور کسی معاملہ کے متعلق بھی غور نہیں کیا جاتا ہے۔
2. میعاد سماعت کے سلسلے میں عام طور پر اس امر کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی کہ مدعی کو اپنے حقوق کے متعلق علم نہ تھا۔
3. قانون میعاد سماعت اس میعاد کی وضاحت کرتا ہے جس کے گزرنے کے بعد کسی امر کے متعلق دعویٰ دائر نہیں کیا جاسکتا ہے۔
4. قانون میعاد سماعت عرصہ سماعت کو محدود کرتا ہے جس کے بعد کوئی دعویٰ یا کاروائی عدالت انصاف میں قائم نہیں رہ سکتی۔
5. قانون میعاد سماعت مقررہ وقت کے بعد عدالتی چارہ جوئی پر پابندی عائد کرتا ہے۔
6. قانون میعاد غیر عدالتی چارہ جوئیوں پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتا۔
7. قانون میعاد سماعت کو ایک منفی قانون بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ قانون اپنے اختیار سے محروم کر دیتا ہے جس کا وہ پہلے مالک تھا۔
8. قانون میعاد سماعت کا اصل مقصد قانونی چارہ جوئی کو ختم کرنا ہے اور مقدمہ بازی کی حوصلہ شکنی کرتا ہے تاکہ مدعاعلیہ اور عدالت کا وقت ضائع نہ ہو[7]۔
9. قانون میعاد سماعت کے دفعہ 3 کے تحت یہ وضاحت کی گئی ہے۔ کہ یہ قانون ایک موضوعی قانون ہے جس کی وجہ سے

اس میں کمی وبیشی کی کوئی گنجائش نہیں اور عدالتوں کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ اس قانون کو بڑھائیں یا کم کریں۔

10. قانون میعاد سماعت کا اطلاق کسی بھی صورت میں فوجداری مقدمات پر نہیں ہوتا کیونکہ اس طرح سے یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ کوئی ملزم خفیہ طور پر تفتیش میں رکاوٹ ڈال کر مناسب وقت کے اندر تکمیل ہونے کو روک کر مقدمہ کی کاروائی سے بچ جائے[8]۔

مختلف دعووں کی میعاد سماعت کا شرعی جائزہ

قانون میعاد سماعت کو سراسر غیر اسلامی قرار دینا درست نہیں کیونکہ اسلامی فقہ میں اس کی بنیاد موجود ہے جب کسی مسئلہ کی بنیاد شریعت میں موجود ہو تو اس کو غیر اسلامی قرار دینا مناسب نہیں۔ اوراس قانون کو بالکلیہ مسترد یا منسوخ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اس پر مذکورہ فقہی بنیادوں پر نظر ثانی کی جائے گی۔ اور شریعت کی بنیاد پر موجودہ قوانین کی تدوین نو کی جائے گی۔

قانون میعاد سماعت کے جو دفعات اسلامی شریعت کے منافی ہیں ہم ان دفعات کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ اسلامی شریعت کے ساتھ ان کا فرق واضح ہو جائے اور ان سارے دفعات کی اصلاح کر کے اس قانون کو اسلامی شریعت کے موافق بنا دیا جائے۔

درج ذیل وجوہ سے قانون میعاد سماعت اسلامی شریعت کے منافی ہیں:

1. سبب

قانون میعاد سماعت اور اسلامی فقہ کے نظریہ تقادم کے مابین پہلا بنیادی فرق سبب کی ہے کیونکہ قانون میعاد ایک حاکم قوم (یعنی انگریز) کا قانون ہے جو محکوم قوم کے حق انصاف پر تحدیدات عائد کرنے کے لئے بنایا گیا ہے تاکہ غلام قوم (یعنی برصغیر کے رہنے والے) اپنی زائد المیعاد معاملات لیجا کر معزز منصفین کا قیمتی وقت ضائع نہ کریں۔ اسلئے لکھتے ہیں:

> " قانون میعاد کا اصل مقصد قانونی چارہ جوئی کو ختم کرنا ہے اور مقدمہ بازی کی حوصلہ شکنی کرتا ہے تاکہ مدعیٰ علیہ اور عدالت کا وقت ضائع نہ ہوں"[9]۔

لیکن اس کے مقابلے میں اسلامی فقہ کے نظریہ تقادم میں یہ جذبہ کہیں بھی نظر نہیں آتا کہ مسلمان رعایا غیر ضروری طور پر اسلامی عدالت کے فاضل قضاۃ کو تنگ نہ کریں بلکہ اس میں یہ روح کارفرما ہے کہ اسلامی ریاست کے شہریوں کو سزا سے بچایا جائے اور شہریوں کی جان ومال کا تحفظ کریں اوران کے فیصلے شہریوں کے انفرادی اور اجتماعی مفادات میں ہوں۔ اس کے لئے فقہاء کرام کے عبارات ملاحظہ فرمائیں:

درالحکام میں مدت سماعت کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بِسَبَبِ امْتِنَاعِ الْحُكَّامِ عَنْ سَمَاعِ الدَّعْوَى خَوْفَ وُقُوعِ التَّزْوِيرِ لِقَطْعِ الْحِيَلِ وَالتَّزْوِيرِ وَالْأَطْمَاعِ الْفَاسِدَةِ الْفَاشِيَةِ بَيْنَ النَّاسِ[10]"

ترجمہ: سماع دعویٰ سے حکام کے منع کرنے کا سبب جھوٹ میں واقع ہونے کا خوف ہے تاکہ لوگوں میں جاری حیلے ، جھوٹ اور طمع فاسدہ ختم ہو جائے۔

ابحاث میں میعاد سماعت کا سبب اس طرح بیان ہوا ہے۔ کہ دھوکہ اور حیلہ سے بچنے کے لئے میعاد کا مقرر کرنا ضروری ہے لکھتے ہیں:

"سبب النهي قطع الحيل والتزوير وغيرها[11]"

ترجمہ: جھوٹ، تزویر وغیرہ منع کا سبب ہیں۔

مذکورہ عبارتوں سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ دعوؤں کا نہ سننا جھوٹ کے اندیشے پر مبنی ہے۔لہذا جب جھوٹ اور حیلوں کا خوف نہ ہو اور قاضی کو مختلف قرائن سے مدعی کا صدق معلوم ہو جائے تو اس کا دعویٰ سنا جائے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ قانون میعاد سماعت کا سبب عدالت کے وقت اور ججز کے وقت ضائع ہونے سے بچنے کے لئے بنایا گیا ہے جبکہ اسلامی فقہ کے نظریہ تقادم حیلہ اور دھوکہ سے بچنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ قانون میعاد سماعت میں ایک دفعہ میعاد گزر جانے کے بعد دوبارہ کبھی بھی دعویٰ نہیں سنا جائے گا۔ مگر اسلامی فقہ کے نظریہ تقادم میں اگر قاضی کو مدعی کے صدق معلوم ہو جائے یا بادشاہ دعویٰ سننے کا حکم دیں تو دعویٰ سنا جائے گا۔

2. حق کا زائل ہونا

قانون میعاد سماعت اور نظریہ تقادم میں دوسرا بنیادی فرق یہ ہے کہ قانون میعاد سماعت کے رو سے مدت گزرنے کے بعد حق زائل ہو جاتا ہے۔یعنی جب میعاد اختتام پذیر ہو جائے تو اس شخص کا اسی جائیداد پر کوئی استحقاق نہیں رہتا اور دوسرے شخص کو اسی جائیداد کے سلسلے میں قبضہ مخالفانہ رکھنے کی بنیاد سے ملکیت حاصل ہو جاتی ہے۔ جیسے لکھتے ہیں:

"کوئی جائیداد قبضہ میں لینے کے لئے کسی شخص کے نالش دائر کرنے کے واسطے بذریعہ ہذا مقرر کردہ مدت کے اختتام پر مذکورہ جائیداد پر اس کا حق زائل ہو جائے گا"[12]۔

اسلامی فقہ میں اگر کسی عدالت نے کسی کے حق سے انکار کیا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کا حق بھی زائل ہو جاتا ہے بلکہ اس کے ذمے دیانتاً واجب ہے کہ وہ صاحب حق کو اپنا حق پہنچائے خواہ کتنا زمانہ بھی گزر چکا ہو۔ اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو عدالت خواہ اسے کچھ بھی نہ کہے لیکن وہ گناہگار ہوگا۔

حق زائل ہونے کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے ترمیم کی سفارش:

اسلامی نظریاتی کونسل نے "دفعہ 3 میں لفظ شل (shall) کی جگہ (may) تجویز کیا تاکہ قانون کی سختی (hardness) ختم ہو جائے اور بندوں کے حقوق ضائع نہ ہو"[13]۔

میعاد سماعت سے حق زائل نہ ہونے کے بارے میں فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر واقعتاً مدعی حق بجانب ہے تو مدعیٰ علیہ اس کا حق تلف کرنے والا بن جائے گا۔ تو وہ گناہگار ہو گا اور اس کا مواخذہ آخرت میں ہو گا۔ اور جس شخص کو اس کے حق تلفی کا علم ہو گا وہ اس پر فاسق کے احکام جاری کرے گا۔ فقہاء کرام کے عبارت ملاحظہ فرمائیں:

موسوعہ میں میعاد سے حق زائل نہ ہونے کے بارے میں وارد ہیں:

"اتَّفَقَ الْفُقَهَاءُ عَلَى أَنَّ الْحَقَّ لاَ يَسْقُطُ بِالتَّقَادُمِ"[14]

ترجمہ: فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ وقت گزرنے سے حق زائل نہیں ہوتا۔

تنقیح الفتاوی کے عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ میعاد سے حق زائل نہیں ہوتا جیسے لکھتے ہیں:

"أَنَّ عَدَمَ سَمَاعِ الدَّعْوَى بَعْدَ مُضِيِّ ثَلَاثِينَ سَنَةً أَوْ بَعْدَ الِاطِّلَاعِ عَلَى التَّصَرُّفِ لَيْسَ مَبْنِيًّا عَلَى بُطْلَانِ الْحَقِّ فِي ذَلِكَ وَإِنَّمَا هُوَ مُجَرَّدُ مَنْعٍ لِلْقُضَاةِ عَنْ سَمَاعِ الدَّعْوَى مَعَ بَقَاءِ الْحَقِّ لِصَاحِبِهِ"[15]

ترجمہ: عدم سماع دعوی اور تیس سال گزرنا بطلان حق پر مبنی نہیں سماع دعوی میں قاضی کے منع کے ساتھ ساتھ صاحب حق کا حق باقی رہتا ہے۔

ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میعاد سے قضاءً حق زائل ہو جاتا ہے مگر دیانتاً اس کا حق برقرار رہتا ہے جیسے فرماتے ہیں:

"مُدَّةَ خَمْسَةَ عَشَرَ عَامًا، سَقَطَ حَقُّهُ، قَضَاءً فَقَطْ لاَ دِيَانَةً"[16]

ترجمہ: پندرہ سال کی مدت میں فقط قضاءً اس کا حق زائل ہو جاتا ہے نہ کہ دیانتاً

3. سود کی ادائیگی

قانون میعاد اور اسلامی فقہ میں تیسرا بنیادی فرق سود کا ادا کرنا ہے کیونکہ قانون میعاد سماعت نے سود ادا کرنے کا اہتمام کیا ہے جیسے لکھتے ہیں:

"جب کسی قرضہ یا ترکہ پر سود کی بابت ادائیگی مقررہ میعاد کے خاتمہ سے قبل وہ شخص جو قرضہ یا ترکہ کی ادائیگی کا ذمہ دار ہو یا اس کا مجاز کردہ کارندہ کر دے تو نئی میعاد سماعت اس وقت سے شمار کی جائے گی جب اس کی ادائیگی کی گئی تھی۔ مگر شرط یہ ہے کہ رقم کی ادائیگی کا ہونا رقم ادا کرنے والے کی تحریر یا اس کے دستخط شدہ تحریر سے ظاہر ہوتا ہو"[17]

قرآن مجید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سود کو واضح طور پر اور قطعیت کے ساتھ، بغیر کسی شک وشبہ کے اور بغیر کسی اختلاف رائے کی گنجائش کے حرام قرار دیا گیا ہے اور یہ ان ضروریات میں سے ہیں کہ اس کے بارے میں شک وشبہ سے انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ حرمت سود کے بارے میں جو آیات اور حدیث پیش کی جاتی ہے ان سے اندازہ

ہوتا ہے کہ شریعت نے اس مسئلہ کو اتنا غیر معمولی اور اتنا اہم کیوں قرار دیا ہے۔ سیرت طیبہ میں عیسائیوں اور یہودیوں کے معاہدوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ریاست اسلامی میں شراب نوشی اور خنزیر خوری کی بھی اجازت دی ہے مگر سود خوری کی اجازت نہیں دی ہے۔ نجران کے معاہدہ میں اس بات کی وضاحت کی تھی کہ سودی کاروبار کی صورت میں معاہدہ کالعدم تصور ہوگا۔ عمر رضی اللہ عنہ کے دستاویزات اور معاہدوں میں یہ بات ملتی ہے کہ اگر تم لوگوں نے سودی کاروبار کیا تو یہ معاہدہ ختم ہو جائے گا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سود کو اتنا بڑا جرم سمجھا کہ کسی ایک فرد کا سودی کاروبار کرنا اس بات کے لئے کافی قرار پایا کہ اس کی پاداش میں پوری قوم سے معاہدہ دوستی وامن کو ختم کر دیا جائے۔

ترمذی میں وارد ہے:

"عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَكَاتِبَهُ"[18]

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے کھلانے والے، اس کے گواہوں اور لکھنے .والوں پر لعنت بھیجی ہے۔

سود کی سب سے کم گناہ کی مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرِّبَا سَبْعُونَ حُوبًا أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ"[19]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود (میں) ستر گناہ ہیں سب سے ہلکا گناہ ایسے ہے جیسے .مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔

کونسل نے سود کے خاتمے پر زور دیتے ہوئے دفعہ 20 میں مذکور سود کے بارے میں حسب ذیل ترامیم تجویز کی۔

"ذیلی دفعہ 1 میں الفاظ where اور payment کے درمیان لفظ Any کا اضافہ کیا جائے۔ لفظ Dept اور الفاظ on a legaey کے درمیان or of interest کو حذف کیا جائے"۔[20]

4. رہن کے لئے میعاد مقرر کرنا۔

قانون میعاد سماعت اور اسلامی فقہ کے نظریہ تقادم میں چوتھا بنیادی فرق رہن کے لئے میعاد مقرر کرنا ہے قانون میعاد سماعت رہن کے لئے 60 سال میعاد مقرر کرتا ہے جیسے فرماتے ہیں:

"دفعہ 147 مرتہن کی طرف سے تکمیل رہن یا بیع کے لئے نالش دفعہ 148 کسی مرتہن کے خلاف جائیداد غیر منقولہ مرہونہ کے انفکاک یا قبضہ کے حصول کے لئے نالش"[21]

جبکہ اسلامی فقہ راہن کے لئے میعاد مقرر کرنے کے خلاف ہے کیونکہ فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ جب راہن نے مرتہن کا قرضہ ادا کیا تو فوراً وہ چیز مرتہن کے قبضے سے نکل جاتا ہے۔اور جب قرضہ ادانہ کیا ہو اسوقت تک وہ چیز مرتہن کے قبضے میں ہوتا ہے خواہ500 سال کیوں نہ گزرے ہو۔

مفتی عبدالحق حقانی سے کسی نے سوال کیا ہے کہ کسی شخص کے پاس مدتوں سے زمین بطور رہن ہو تو کیا اس سے مرتہن کی ملکیت ثابت ہو سکتی ہے؟تو جواب میں مفتی صاحب فرماتے ہیں:

"رہن صرف ایک وثیقہ اور ذریعہ اعتماد ہے جس سے مرتہن مرہونہ چیز کا مالک نہیں بن سکتا اس کا مالک راہن ہی رہے گا جب چاہے مرتہن کو قرض ادا کرکے مرہونہ شے واپس لے سکتا ہے"[22]

فک رہن کی تاریخ مقرر کرنے اور اس میں توسیع کے متعلق مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تحریر رہن کی تاریخ معینہ گزر جانے پر بیع نامہ تصور کرنے کی تصریح شرعاً صحیح نہیں"[23]

مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کہ عمرو نے زید کو اس شرط پر گروی رکھ دی کہ اگر 7 سال میں قرضہ نہ دیا تو یہ زمین آپ کے ملکیت میں آجائے گی اب 10 سال کے بعد یہ زمین کیا زید کے ملکیت میں آجائے گی"کے جواب میں فرماتے ہیں:

"زید زمین کا مالک نہیں ہو سکتا اور بیع تعلیق بالشرط باطل ہے"[24]

اسلامی نظریاتی کونسل اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں:

"آرٹیکل 147 اور 148 کو حذف کئے جائیں کیونکہ راہن کا حق شرعاً کبھی ساقط نہیں ہوتا۔[25] حالانکہ قانون میعاد کی روسے ان دونوں دفعات کے لئے میعاد سماعت ساٹھ سال رکھی گئی ہیں"[26]

5. میعاد شفعہ

قانون میعاد سماعت اور اسلامی فقہ میں پانچواں بنیادی فرق شفعہ کی میعاد ہے کیونکہ قانون میعاد سماعت نے شفعہ کے لئے ایک سال میعاد مقرر کی ہے جبکہ اسلام میں سکوت سے شفعہ کا حق ختم ہو جاتا ہے قانون میعاد سماعت میں شفعہ کے میعاد کے بارے میں وارد ہیں:

"کہ حق شفعہ کے نفاذ کے لئے نالش خواہ حق کسی قانون یا عام رواج پر مبنی ہو یا معاہدہ خاص پر ہو تو اس کے لئے ایک سال میعاد مقرر ہے"[27]

مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال "ایک زمین کی بیع ہونے کے بعد شفیع چند ایام تک خاموش رہا اب حق شفع طلب کرنے کا شرعاً اختیار ہے یا نہیں؟ کے جواب میں فرماتے ہیں:

"کہ حق شفعہ کے لئے علم بیع کے بعد طلب مواثبہ اور طلب تقریر بعجلت ممکنہ ضروری ہے صورت مسئلہ میں اس شرط کے فقدان کی وجہ سے حق شفعہ باطل ہو جائے گا"[28]

مفتی محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ شفعہ کے بارے میں تفصیل لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کہ شفعہ طلب کرنے کے لئے تین مرتبہ طلب ضروری ہے۔اول: جس مجلس میں بیع کو سنا ہے فوراً کہے کہ میں اس کا شفیع ہوں۔ میں طلب کروں گا۔ اگر خاموش رہا یا یہ کہا کہ فلاں مکان کی بیع ہوئی ہے کچھ مضائقہ نہیں تو حق شفعہ بیع کے ساتھ ساقط ہو گیا۔ دوسری مرتبہ طلب یہ ہے کہ مشتری کے پاس جاکر یا بائع کے پاس جاکر یا مبیع پر یہ کہے کہ اس مکان کی بیع ہوئی ہے میں اس کا شفیع ہوں۔ میں اس کو خریدوں گا اور اس طلب پر گواہ بھی بناوے کم از کم دو گواہوں کے سامنے اس کو کہہ دے تاکہ وہ وقت پر گواہی دے سکیں۔ تیسری مرتبہ طلب یہ ہے کہ حاکم کے یہاں دعویٰ دائر کرے نفس مبیع اور اپنے استحقاق شفعہ اور طلب شفعہ کا ثبوت پیش کرے، حاکم واقعہ کی باقاعدہ تحقیق و تفتیش کر کے فیصلہ کر دے"۔

طلب اول کے بعد اگر طلب ثانی میں بلا عذر تاخیر کی تو حق شفعہ ساقط ہو جائے گا۔ البتہ طلب ثالث حاکم کے یہاں دعویٰ دائر کرنے میں اگر تاخیر کی تو اس سے حق شفعہ ساقط نہیں ہوتا لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی مدت ایک ماہ ہے اگر ایک ماہ تک بلا کسی عذر مرض و سفر وغیرہ کے حاکم کے یہاں دعویٰ نہ کیا تو حق ساقط ہو جائے گا[29]

مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اگر شفیع کو بیع کا علم ہو جائے تو اسی مجلس میں اس کو کہنا لازم ہے کہ میں شفعہ کرتا ہوں اس کو طلب مواثبہ کہتے ہیں پھر فوراً بلا تاخیر شفیع پر لازم ہے کہ مشتری کے پاس یا بائع کے پاس جب تک زمین بائع کے قبضہ میں ہو خود ان کے پاس جاکر دو گواہ طلب شفعہ پر قائم کرے ان دونوں گواہوں کا تو پہلی فرصت میں ہونا ضروری ہے ورنہ حق شفعہ ساقط ہو جائے گا"[30]

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ شفعہ طلب کرنے کے لئے تین قسم کے طلب ہے پہلی طلب کسی مجلس میں بیع کی سنتے ہی یہ کہے کہ میں اس کا شفیع ہو۔ اگر خاموش رہا تو حق ساقط رہا دوسری طلب میں دو گواہوں کو پیش کرے اس میں بھی سکوت سے حق ساقط ہو جاتا ہے ہاں تیسری قسم طلب میں بعض فقہاء کے نزد ایک مہینہ کی مدت ہیں۔ لیکن قانون میعاد سماعت میں ہر طلب کے لئے ایک سال میعاد مقرر ہے جو اسلامی شریعت کے منافی ہے۔

6. امانت کے لئے میعاد

قانون میعاد سماعت اور اسلامی فقہ کے درمیان چھٹا بنیادی فرق امانت کے لئے میعاد مقرر کرنا ہے۔ اسلامی فقہ میں امانت کے لئے کوئی میعاد مقرر نہیں۔ امانت کئی صدیوں کے بعد بھی مالک کو پہنچانا مودع کی ذمہ داری ہے لیکن اس کے مخالف قانون میعاد میں امانت کے لئے 30 سال میعاد مقرر کررکھا ہے جیسے دفعہ 145 میں لکھتے ہیں:

"کسی امانت داریا گروی دار کے خلاف جائیداد منقولہ امانتی یا گروشدہ کی واپسی کے لئے دعویٰ کی میعاد 30 سال ہے یہ میعاد امانت رکھنے کی تاریخ سے شروع ہوگا"[31]

امانت کے بارے میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها"[32]

ترجمہ: مسلمانو اللہ تم کو حکم دیتاہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کردیا کرو۔

دوسری جگہ ارشاد پاک ہیں:

"فإن أمن بعضكم بعضا فليؤد الذي اؤتمن أمانته"[33]

ترجمہ: اگر تم میں سے کوئی دوسرے کو امین سمجھے یعنی رہن کے بغیر قرض دیدے تو امانتدار کو چاہیے کہ صاحب امانت کی امانت ادا کردے۔

امانت کے بارے میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

"أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ" أَدِّ الأَمَانَةَ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلاَ تَخُنْ مَنْ خَانَكَ"[34]

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو تمہارے پاس امانت رکھوائے اس کی امانت ادا کرو اور جو خیانت کرے تمہارے ساتھ تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔

ابن قدامہ امانت کے بارے اجماع امت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وأما الإجماع فاجمع علماء كل عصر على جواز الإيداع والإستيداع والعبرة تقتضيها فإن بالناس إليها حاجة فإنه يتعذر على جميعهم حفظ أموالهم بأنفسهم ويحتاجون إلى من يحفظ لهم"[35]

ترجمہ: ہر زمانے کے علماء امانت کے جواز پر متفق ہیں۔ کیونکہ تمام لوگوں کو اس کی ضرورت ہیں ہر ایک اپنی مال کی حفاظت پر قادر نہیں ہوتا اسلئے ان کو محفوظ جگہ پر رکھنے کی ضرورت پڑتی ہیں۔

اسلامی فقہ میں امانت کے لئے کوئی میعاد مقرر نہیں ہے خواہ کتنا عرصہ ہی گزر جائے بلکہ امین کے فوت ہونے کے بعد بھی امانت کو واپس کیا جائے گا تصریح کے لئے فقہاء کی عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

مجلۃالاحکام میں منقول ہے:

"إذا مات المودع تسلم الوديعة لوارثه لكن إذا كانت التركة مستغرقة بالدين فيرفع الأمر إلى الحاكم"[36]

ترجمہ: جب امانت دار فوت ہو جائے تو مال ان کے ورثہ کو حوالہ کیا جائے گا۔ اگر سارا ترکہ دَین میں مستغرق ہو جائے تو حاکم کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

سمرقندی رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ولو مات المودع ولم يبين الوديعة فإن كانت معروفة وهي قائمة ترد إلى صاحبها"[37]

ترجمہ: جب امین فوت ہو جائے اور ودیعت کی تعین نہ ہوئی ہو اگر امانت معروف اور موجود ہو تو اپنے مالک کو حوالہ کیا جائے گا۔

مفتی عبدالحق رحمۃاللہ علیہ کے نزدیک امانت ہر حالت میں مالک کی ہوتا ہے اس لئے ان کے ہدایات پر عمل کرنا ضروری ہے اس لئے آپ رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں:

" امانت میں بنیادی طور پر مالک کے حقوق کی رعایت ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ امانت میں خیانت حرام اور ناجائز ہے امانت مالک کو اصل حالت میں واپس کرنا مودع کی ذمہ داری ہے۔ لیکن جہاں کہیں امانت کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو ایسی حالت میں مالک سے رابطہ کر کے اس کی ہدایات پر عمل کیا جائے "[38]

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ مودع پر واجب اور لازم ہے کہ جب مالک اپنی امانت کی واپسی کا مطالبہ کرے تو مودع بغیر چوں وچرا اس امانت واپس کریں اگر مودع نے واپس نہ کیا تو گناہ گار ہو گا اور امانت میں میعاد اور فوت ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔

7. وقف کے لئے میعاد

قانون میعاد سماعت اور اسلامی فقہ کے درمیان ساتواں بنیادی فرق وقف کا میعاد مقرر کرنا ہے قانونی میعاد سماعت میں وقف کے لئے میعاد 12 سال رکھا ہے۔ جیسے دفعہ 134 میں لکھتے ہیں:

" ایسی جائیداد غیر منقولہ کے قبضہ کے حصول کے لئے دعویٰ جو وقف میں منتقل یا ہبہ کی گئی ہو۔ یا رہن رکھی گئی ہو اور بعد میں امین یا مرتہن سے کسی قیمتی بدل کے عوض منتقل کی گئی ہو۔ میعاد سماعت 12 سال ہے جبکہ مدعی کو منتقلی کا علم ہو "[39]

جبکہ اسلامی فقہ کے رو سے وقف کسی چیز کے منافع کو اللہ تعالی کے لئے خالص کرنا اور وہ چیز اپنی ہی ملکیت میں روکے رکھنا۔ اور ایک بار وقف صحیح ہونے کے بعد واقف یا ورثاء کو شئی موقف کا ہبہ یا بیع کرنا جائز نہیں۔ اگر بیع کرے گا تو باطل ہو گا۔

وقف میں بیع، وراثت اور ہبہ جائز نہیں

نبی کریم ﷺ نے وقف میں بیع، وراثت اور ہبہ کو ناجائز بتایا ہے فرماتے ہیں:

"عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَصَابَ عُمَرُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْمِرُهُ فِيهَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ هُوَ أَنْفَسُ عِنْدِي مِنْهُ فَمَا تَأْمُرُنِي بِهِ قَالَ إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا قَالَ فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ أَنَّهُ لَا يُبَاعُ أَصْلُهَا وَلَا يُبْتَاعُ وَلَا يُورَثُ وَلَا يُوهَبُ"[40]

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں زمین ملی تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس اس کا مشورہ کرنے کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے خیبر میں ایسی زمین ملی ہے کہ اس جیسا مال مجھے کبھی نہیں ملا اور میرے نزدیک وہ سب سے محبوب چیز ہے۔ آپ ﷺ مجھے اس بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اصل زمین اپنے پاس روک رکھو اور اس کی پیداوار صدقہ کر دو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اس شرط پر وقف کیا کہ اس کی ملکیت نہ فروخت کی جائے نہ خریدی جائے اور نہ میراث بنے اور نہ ہبہ کی جائے۔

ابن نجیم بھی وقف میں بیع کو ناجائز کہتے ہیں جیسے فرماتے ہیں:

"أَنْ لَا يَذْكُرَ مع الْوَقْفِ اشْتِرَاطَ بَيْعِهِ فَلَوْ وَقَفَ بِشَرْطِ أَنْ يَبِيعَهَا وَيَصْرِفَ ثَمَنَهَا إِلَى حَاجَتِهِ لَا يَصِحُّ الْوَقْفُ[41]

ترجمہ: وقف کے ساتھ بیع کی شرط ذکر نہ کیا جائے اگر وقف کے ساتھ بیع کی شرط لگادی کہ اس کی قیمت اپنی حاجت میں صرف. کریں گے تو وقف صحیح نہیں۔

العنایہ شرح الھدایہ میں یوں ذکر ہیں:

"حَبْسُ الْعَيْنِ عَلَى حُكْمِ مُلْكِ اللَّهِ تَعَالَى فَيَزُولُ مِلْكُ الْوَاقِفِ عَنْهُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى عَلَى وَجْهٍ تَعُودُ مَنْفَعَتُهُ إِلَى الْعِبَادِ فَيَلْزَمُ وَلَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ"[42]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو وقف کرنے سے واقف کی ملکیت زائل ہو جاتی ہے اس کے منافع بندو کی طرف لوٹتی ہیں اس میں نہ بیع جائز ہے نہ ہبہ اور نہ وراثت

ملکیت وقف

وقف واقف کی ملکیت میں رہتا ہے اور صرف نفع منتقل ہوتا ہے جیسے جوہرۃ النیرہ لکھتے ہیں:

"لَا يَزُولُ مِلْكُ الْوَاقِفِ عَنْ الْوَقْفِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ إِلَّا أَنْ يَحْكُمَ بِهِ حَاكِمٌ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَا يَزُولُ الْمِلْكُ حَتَّى يَجْعَلَ لِلْوَقْفِ وَلِيًّا وَيُسَلِّمَهُ إِلَيْهِ[43] وَلَمْ يَدْخُلْ فِي مِلْكِ الْمَوْقُوفِ عَلَيْهِ) : لِأَنَّهُ لَوْ دَخَلَ فِي مِلْكِهِ نَفَذَ بَيْعُهُ فِيهِ كَسَائِرِ أَمْلَاكِهِ"[44]

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزد وقف سے واقف کی ملکیت زائل نہیں ہوتی۔ مگر جب حاکم حکم نہ دے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزد اس وقت تک ملکیت زائل نہیں ہوتی جب تک وقف کے لئے ولی مقرر نہ ہو اور وقف حوالہ نہ کیا ہو اور وقف موقوف علیہ کی ملکیت میں داخل نہیں ہوتی کیونکہ جب اس کی ملکیت میں داخل ہو جاتی ہے تو دوسرے مال کی طرح اس میں بھی بیع نافذ ہو سکتی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ وقف میں صرف منفعت کو صدقہ کیا جاتا ہے اور مالِ وقف مالک کی ملکیت میں ہی رہتا ہیں۔ اور موقوف علیہ کی ملکیت میں کبھی بھی داخل نہیں ہوتا۔ تو میعاد مقرر کرنے کی کیا ضرورت پڑتی ہیں۔

8. ہبہ کے لئے میعاد

قانون میعاد میں ہبہ کے لئے 12 سال مقرر کئے ہیں۔ جب موہوب لہ اس ہبہ کو دوسری جگہ فروخت کریں تو واہب 12 سال کے اندر دعویٰ دائر کر کے ہبہ کو واپس کر سکتا ہے جیسے قانون میعاد میں لکھا گیا ہے۔

"ایسی جائیداد غیر منقولہ کے قبضہ کے حصول کے لئے نالش جو وقف میں منتقل یا ہبہ کی گئی ہو یا رہن رکھی گئی ہو اور بعد میں امین یا مرتہن سے کسی قیمتی بدل کے عوض منتقل کی گئی ہو۔ اس کے میعاد سماعت بارہ سال ہے جبکہ مدعی کو منتقلی کا علم ہو"۔[45]

جب کہ اسلام میں ہبہ سے رجوع کے جائز اور ناجائز کی کئی صورتیں ہیں ناجائز صورتوں میں ایک صورت یہ بھی ہے کہ جب موہوب لہ نے ہبہ کو دوسری جگہ فروخت کیا یا ہبہ کیا تو پہلے واہب کے لئے رجوع ناجائز ہے۔

الہدایہ شرح البدایہ یوں بیان کرتے ہیں:

"أو يموت أحد المتعاقدين لأن بموت الموهوب له ينتقل الملك إلى الورثه فصار كما إذا انتقل في حال حياته وإذا مات الواهب فوارثه أجنبي عن العقد إذ هو ما أوجبه"[46]

ترجمہ: یا دونوں متعاقدین میں سے کوئی فوت ہو جائے کیونکہ موہوب لہ کے فوت ہونے سے مال وارثوں کی طرف منتقل ہو جاتی ہے یہ اس طرح ہوا جس طرح اس نے اپنی زندگی میں ہی منتقل کیا۔ اور جب واہب فوت ہو جائے تو واہب کے لئے جو چیز لازم ہوتی تھی۔ وارث اس عقد سے اجنبی ہو گئے۔

درر الحکام میں اس کی مثال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لَوْ وَهَبَ شَخْصٌ آخَرَ مَالًا وَسَلَّمَهُ إلَيْهِ وَالْمَوْهُوبُ لَهُ وَهَبَ ذَلِكَ الْوَاهِبَ مَالًا آخَرَ غَيْرَهُ وَسَلَّمَهُ إلَيْهِ أَيْضًا فَلَا يُعَدُّ ذَلِكَ"[47]

ترجمہ: اگر دوسرا آدمی اس مال کو ہبہ کریں اور موہوب لہ تیسرے آدمی کو ہبہ کریں اور وہ قبضہ بھی کریں تو پہلا آدمی رجوع نہیں کر سکتا۔

فقہاء کی ان ساری عبارتوں سے معلوم ہوا کہ اس ہبہ میں رجوع جائز نہیں جب موہوب لہ نے ہبہ دوسرے شخص کو ہبہ کیا ہو یا فروخت کیا ہو یا رہن میں رکھا ہو جب کہ قانون میعاد سماعت کے اس دفعہ میں اس ہبہ کے لئے میعاد مقرر کیا ہے۔ جب موہوب لہ نے دوسرے آدمی پر فروخت کیا ہو تو پہلے واہب 12 سال تک رجوع کا حق رکھتا ہے۔ جو اسلامی نقطہ نگاہ سے جائز نہیں۔

9. مجنون کے لئے میعاد

اسلام میں مجنون مرفوع القلم ہے مجنون کا کسی قسم کا معاملہ خواہ وہ بیع ہو طلاق ہو، نکاح ہو، نافذ نہیں ہوتا لیکن قانون میعاد سماعت میں نافذ ہو سکتا ہے اور وہ معاملہ جو مجنون نے حالت جنون میں کیا ہو صحیح الحواس کے تین سال کے اندر اندر دعویٰ دائر نہ ہونے کی وجہ سے سماعت کے قابل نہیں ہوتا۔ جیسے قانون میعاد سماعت کے دفعہ 94 میں لکھتے ہیں:

"ایسی جائیداد کے لئے دعویٰ جو مدعی نے بحالت جنون میں منتقل کی ہو۔ میعاد سماعت تین سال ہے جبکہ مدعی صحیح الحواس ہو جائے اور اسے اس منتقلی کا علم ہو جائے"[48]

جبکہ اسلام ایسے معاملے کو باطل کہتے ہیں جو مجنون نے حالت جنون میں کیا ہو عبارات ملاحظہ فرمائیں:

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنْ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَعَنْ الْمُبْتَلَى حَتَّى يَبْرَأَ وَعَنْ الصَّبِيِّ حَتَّى يَكْبُرَ"[49]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قلم تین آدمیوں سے اٹھالیا گیا ہے سونے والے سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے۔

مجنوں سے یہاں تک کہ وہ صحت یاب ہو جائے۔ بچہ پر سے یہاں تک کہ بڑا (بالغ) ہو جائے۔

موصلی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ مجنون کی بیع وطلاق نافذ نہیں ہوتا فرماتے ہیں:

"ولا يجوز تصرف المجنون والصبي الذي لا يعقل أصلاً، وتصرف الذي يعقل إن أجازه وليه،أو كان أذن له يجوز،والعبد كالصبي الذي يعقل:والصبي والمجنون لا يصح عقودهما وإقرارهما وطلاقهما وعتاقهما"[50]

ترجمہ: مجنون اور بچہ جو عقل نہیں رکھتے کی تصرف جائز نہیں اور جو بچہ عقل رکھتا ہو اور ولی نے اجازت بھی دیا ہو تو اس کا تصرف جائز ہے غلام عقل مند بچے کی طرح ہے۔ بچے اور مجنون کی عقد، اقرار، طلاق اور عتاق صحیح نہیں۔

مجنون کی بیع منعقد نہیں ہوتی جیسے بحر الرائق میں وارد ہیں:

"فَشَرَائِطُ الْعَاقِدِ الْعَقْلُ فَلَا يَنْعَقِدُ بَيْعُ الْمَجْنُونِ وَالصَّبِيِّ الذي لَا يَعْقِلُ"[51]

ترجمہ: عقد کے شرائط میں سے ایک عقل ہے پس مجنون اور اس بچے کی بیع منعقد نہیں ہوتی جو عقل نہ رکھتا ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اسلام میں مجنون رفع القلم ہے۔یعنی مجنون سے جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس پر حد جاری نہیں ہوتا۔اور اپنی بیوی کو طلاق دے تو طلاق واقع نہیں ہوتا۔اور وہ خرید و فروخت کریں تو بیع منعقد نہیں ہوتی۔مجنون کا حالت جنون میں کئے گئے بیع کے لئے میعاد مقرر کرنا بھی جائز نہیں۔کیونکہ بیع پہلے ہی سے باطل ہے اور منعقد نہیں تو اس کے لئے میعاد کی کیا ضرورت ہے۔

10. ولی کے انتقال جائیداد کے لئے میعاد

بچے کے نابالغ کی صورت میں ولی نے اس صغیر کے جائیداد کا انتقال کیا اور بعد بلوغ تین سال تک اس بچے نے دعویٰ دائر نہ کیا تو قانون میعاد میں اس کی سماعت نہ ہو گی جیسے قانون میعاد میں لکھتے ہیں:

"اس نابالغ کی طرف سے جو سن بلوغ کو پہنچ چکا ہو ایسے انتقال جائیداد کو منسوخ کرنے کے لئے دعویٰ جو اس کے ولی نے کیا ہو۔میعاد تین سال ہے جبکہ نابالغ سن بلوغ کو پہنچ جائے"[52]

جبکہ اسلام نے ولی کو صغیر کے لئے ترکہ کی تقسیم اوراس کے مال منقول میں تجارت اور زمین میں زراعت وغیرہ تصرفات کا حق صرف ولی فی المال کو دیا ہے۔اور مخصوص صورتوں کے علاوہ زمین کی بیع کا اختیار ولی کو حاصل نہیں جیسے ماں، بھائی اور چچا کو اس کے مال کی حفاظت، بیع منقول بغرض حفاظت اور اسکے لئے طعام، لباس وغیرہ ضروریات خریدنے کی اجازت ہے بشرطیکہ صغیر ان کی پرورش میں ہو۔

اور بعض صورتوں جیسے نکاح میں نابالغ کو اختیار دیا ہے وہ بھی بلوغ کے فوراًبعد سکوت سے باطل ہو جاتا ہے۔اس مسئلے کو فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے عبارتوں سے وضاحت کرتے ہیں:

خیار بلوغ

"يجوز للولي إنكاح الصغير والصغيرة والمجنونة، ثم إن كان المزج أباً أو جداً فلا خيار لهما بعد البلوغ، وإن زوجهما غيرهما فلهما الخيار"[53]

ترجمہ: ولی کے لئے بچے، بچی اور مجنونہ کی نکاح جائز ہے اگر ولی باپ دادا میں سے کوئی ہو تو بلوغ کے بعد ان کو اختیار نہیں اگر ان کے علاوہ ہو تو ان کو اختیار حاصل ہے۔کہ نکاح فسخ کریں۔

"وَإِنْ زَوَّجَهُمَا غَيْرُ الْأَبِ وَالْجَدِّ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْخِيَارُ إِذَا بَلَغَ ، إنْ شَاءَ أَقَامَ عَلَى النِّكَاحِ ، وَإِنْ شَاءَ فَسَخَ"[54]

ترجمہ: اگر والد اور داد کے علاوہ کسی نے دونوں کا نکاح کیا ہو تو بالغ ہونے کے بعد ان دونوں کو اختیار ہے اگر چاہے تو نکاح قائم رکھتے اگر چاہے تو فسخ کریں۔

سکوت سے اختیار کا ابطال

"خِيَارُ الْبُلُوغِ عَلَى الْفَوْرِ فَمَتَى عَلِمَتْ بِالنِّكَاحِ فَسَكَتَتْ عَنْ رَدِّهِ بَطَلَ خِيَارُهَا وَلَا يَمْتَدُّ إِلَى آخِرِ الْمَجْلِسِ"[55]

ترجمہ: خیار بلوغ فی الفور ہے جب نکاح سے معلوم ہو جائے اور خاموش رہی تو خیار باطل ہوا اختیار دوسری مجلس تک برقرار نہیں ہوتا۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ بالغ کو ہر ایک معاملہ میں اختیار بلوغِ مجلس تک ہے اور اختیار فی الفور ہے اور جب اس مجلس میں اس نے بیع یا نکاح کو رد نہیں کیا تو بیع یا نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

11. یک طرفہ فیصلہ کی میعاد

اسلام میں یک طرفہ فیصلہ یعنی غائب پر فیصلے کی نفاذ جائز نہیں۔ کیونکہ قاضی فیصلے دلیل پر کرتے ہیں جو گواہ، یا اقرار یا انکار ہیں۔ غائب کے فیصلے کی نفاذ میں یہ تینوں چیزیں مفقود ہوتی ہیں۔ لیکن فقہاء کرام کے نزدجو صورتیں جائز ہیں اگر ان میں بھی جس وقت غائب حاضر ہو جائے تو ان کے گواہوں کو قبول کیا جائے گا۔ اور پہلے سے کیا ہوا فیصلہ کو منسوخ کیا جائے گا۔ لیکن قانون میعاد سماعت میں یک طرفہ فیصلہ جائز ہے اور تیس دن کے اندر اندر درخواست نہ دینے کی وجہ سے اس کی دعوی نہیں سنا جائے گا۔ جیسے قانون میعاد آرٹیکل نمبر 164 میں لکھتے ہیں:

"کسی مدعیٰ علیہ کی طرف سے یک طرفہ ڈگری کی منسوخی کے حکم کے لئے درخواست کا میعاد تیس دن ہے"۔[56]

یک طرفہ فیصلہ میں وارد احادیث:

سنن ترمذی میں علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد ہے:

"عن علي قال : قال لي رسول الله صلى الله عليه و سلم إذا تقاضى إليك رجلان فلا تقض للأول حتى تسمع كلام الآخر فسوف تدري كيف تقضي"[57]

ترجمہ: علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ جب دو آدمی تمہارے پاس کوئی معاملہ لے آئے تو پہلے کے لئے کوئی فیصلہ نہ کرو جب تک
دوسرے کی بات نہ سنی ہو کیا معلوم تم کس طرح فیصلہ کروں گے۔

کن صورتوں میں یک طرفہ فیصلہ جائز ہیں:

جب کسی آدمی کے پاس غائب کا مال ہو تو قاضی کے فیصلے کے مطابق اس کی بیوی یا چھوٹے بچے اور والدین خرچ کر سکتے ہیں جیسے جوہر النیرہ میں فرماتے ہیں:

"وَإِذَا غَابَ الرَّجُلُ وَلَهُ مَالٌ فِي يَدِ رَجُلٍ مُعْتَرِفٍ بِهِ وَبِالزَّوْجِيَّةِ فَرَضَ الْقَاضِي فِي ذَلِكَ الْمَالِ نَفَقَةَ زَوْجَةِ الْغَائِبِ وَأَوْلَادِهِ الصِّغَارِ وَوَالِدِيهِ"[58]

ترجمہ: جب کوئی آدمی غائب ہو اس کا مال کسی کے پاس ہو اور اعتراف بھی کرتا ہو۔ تو قاضی اسکے مال سے غائب کی بیوی، بچوں اور والدین کے لئے نان ونفقہ مقرر کر سکتا ہے۔

کن صورتوں میں یک طرفہ فیصلہ ناجائز ہیں:

ابن نجیم فرماتے ہیں کہ یک طرفہ فیصلہ ان صورتوں میں جائز نہیں

"لَا تُسْمَعُ الدَّعْوَى وَلَا تُقْبَلُ الْبَيِّنَةُ فِيمَا لو ادَّعَى إنْسَانٌ على الْمَفْقُودِ دَيْنًا أو وَدِيعَةً أو شَرِكَةً في عَقَارٍ أو رَقِيقٍ أو رَدًّا بِعَيْبٍ أو مُطَالَبَةً لِاسْتِحْقَاقٍ لِعَدَمِ الْخَصْمِ"[59]

ترجمہ: اگر کوئی آدمی مفقود پر دَین، ودیعت، زمین میں شرکت، رقیق، عیب یا مطالبہ الاستحقاق کا دعویٰ کریں تو خصم نہ ہونے کی وجہ سے دعوی نہیں سنا جائے گا

اور نہ گواہ قبول ہوں گے۔

الاشباہ والنظائر میں لکھا گیا ہے:

"لأن القاضي لا يقضي إلا بالحجة وهي البينة أو الإقرار أو النكول"[60]

ترجمہ: کیونکہ قاضی دلیل کے بغیر فیصلہ نہیں کرتا جو دلیل یا اقرار یا انکار ہے۔

بحر الرائق میں ابن نجیم فرماتے ہیں کہ مفقود میں غائب کے خلاف فیصلہ جائز ہے اور قضاء میں غائب کے خلاف فیصلہ جائز نہیں جیسے لکھتے ہیں:

"وَالْحَاصِلُ أَنَّ في نَفَاذِ الْقَضَاءِ على الْغَائِبِ رِوَايَتَيْنِ فَصَحَّحُوا في بَابِ الْمَفْقُودِ رِوَايَةَ النَّفَاذِ وفي كِتَابِ الْقَضَاءِ رِوَايَةَ عَدَمِهِ"[61]

ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ غائب پر فیصلہ کی نفاذ میں دو روایتیں ہیں باب المفقود میں نفاذ اور باب القضاء میں عدم نفاذ۔

جوہر النیرہ میں یوں ارشاد ہے:

"وَالْقَضَاءُ عَلَى الْغَائِبِ لَا يَجُوزُ"[62]

ترجمہ: غائب پر فیصلہ جائز نہیں۔

نتائج بحث

پاکستانی عدالتوں میں ایک قانون رائج ہے جو قانون میعاد سماعت 1908ء سے موسوم ہے۔ اس قانون میں کل 183 دفعات ہیں۔ اس قانون کا مقصد یہ ہے کہ جب کوئی آدمی مقرر میعاد کے اندر اپنے حق حاصل کرنے کے لئے عدالت کی طرف رجوع نہ کریں تو مقرر میعاد ختم ہونے کے بعد اس کا دعویٰ نہیں سنا جائے گا۔ مطلق میعاد کا تصور اسلام میں بھی موجود ہے اس وجہ سے اس قانون کو بالکلیہ منسوخ کرنا یا بالکل ختم کرنا جائز نہیں۔ ہاں اس میں اصلاحات کی سخت ضرورت

ہے اور اس قانون میں 183 آرٹیکل میں سے 11 دفعات ایسی ہیں جو بالکل اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے لہذا اس قانون سے ان آرٹیکل کا نکالنا چاہیے اور باقی آرٹیکل کے میعادوں میں کمی وبیشی کرنا ضروری ہیں۔

قانون میعاد سماعت کا سبب جج کو تنگ نہ کرنا اور اسلام میں میعاد کا سبب کسی کو دھوکہ اور حیلہ کے ذریعے بے جا تنگ نہ کرنا۔

1. قانون میعاد سماعت میں میعاد گزرنے سے مدعی کا حق زائل ہو جاتا ہے جبکہ اسلام میں صرف میعاد سے کسی کا حق زائل نہیں ہوتا۔ اگر قضاءً کسی کا حق زائل بھی ہو جائے مگر دیانتاً اس کا حق باقی رہتا ہے۔
2. اسلام میں سود کی ممانعت ہے اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ سود کے روکنے کی ممکنہ کوشش کریں اور قانون میعاد سماعت میں سود کی ادائیگی کے لئے میعاد کے اندر مدعی علیہ پر ہر قسم دباؤ ڈالے گا۔
3. اسلام میں رہن کے لئے کوئی میعاد نہیں جب راہن قرضہ ادا کریں تو مرتہن رہن کو واپس کریں گا مگر قانون میعاد میں رہن کے لئے میعاد مقرر کیا اس مقررہ مدت گزر جانے کے بعد راہن کا کوئی حق باقی نہیں رہتا۔
4. قانون میعاد سماعت نے شفعہ کے لئے میعاد مقرر کیا ہے حالانکہ اسلام میں شفعہ کے لئے مدت اس مجلس میں سکوت ہیں ایسی مجلس میں سکوت کے بعد شفعہ کا حق زائل ہو جاتا ہے۔
5. اسلام میں امانت میں خیانت پر سخت وعیدات آئی ہوئی ہیں اور امانت اپنی مالک کو پہنچانا مودع کی اہم ذمہ داریوں میں ہے لیکن قانون میعاد میں ایک خاص مدت تک مالک کا اپنی امانت کے نہ پوچھنے پر مالک کا حق زائل ہو جاتا ہے۔
6. وقف میں کوئی چیز مالک کی ملکیت ہی ہوتی ہے صرف منفعت وقف کیا جاتا ہے اصل مالک واقف ہی ہوتا ہے موقوف علیہ وقف کی حفاظت کرتا ہے لیکن قانون میعاد میں اگر موقوف علیہ وقف کی بیع کرے اور واقف مدت میعاد کے اندر دعویٰ نہ کریں تو میعاد کے بعد دعویٰ باطل ہے یہ اسلام کے سراسر خلاف ہے۔
7. ہبہ میں رجوع اس وقت تک جائز ہے جب ہبہ کو فروخت نہ کیا ہو یا دوسرے آدمی کو ہبہ نہ کیا ہو اگر موہوب لہ اس ہبہ کو وقف یا فروخت کریں تو رجوع ناجائز ہے لیکن قانون میعاد سماعت میں ایسی ہبہ کی رجوع کے لئے میعاد مقرر کیا ہے جو اسلام کے خلاف ہے۔
8. حالت جنون میں مجنون کی بیع منعقد نہیں ہوتی لیکن قانون میعاد سماعت میں ایسی بیع جو مجنون نے حالت جنون میں کی ہو مجنون کے صحیح ہونے کے تین سال تک فسخ نہ ہونے کے بعد منعقد ہوتا ہے۔
9. حالت نابالغ میں ولی کے کئے ہوئے بیوع اور نکاح لڑکے کے بلوغ پر موقوف ہیں اور جب بالغ ہو جائے تو بالغ کو اختیار حاصل ہے کہ اس بیع کو فسخ یا منعقد کریں جس مجلس میں بالغ ہو جائے ایسی مجلس میں سکوت سے بالغ کا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن قانون میعاد نے بیع کو منسوخ کرنے کے لئے تین سال اختیار دیا ہے جو اسلام کے خلاف ہے۔
10. اسلام میں چند مخصوص صورتوں کے علاوہ یک طرفہ فیصلہ کو ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ قاضی کا فیصلہ تین باتوں پر

موقوف ہوتا ہے۔ دلائل، اقرار یا انکار۔ یک طرفہ فیصلہ میں یہ تینوں باتیں مفقود ہوتی ہیں۔ ان مخصوص صورتوں میں بھی جب غائب حاضر ہو جائے تو ان کے دلائل کو قبول کیا جائے گا۔ لیکن قانون میعاد سماعت میں یک طرفہ فیصلہ ہو جانے کے بعد تیس دن کے اندر دعویٰ نہ کیا تو بعد ازاں دعویٰ نہ سنا جائے گا۔

حواشی و مصادر

1 Robson,w.A.Civilization and the Growth of law,p:5

2 صدر الشریعه، التوضیح، ص28/1

3 الترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی، الجامع الصحیح سنن الترمذی، دار احیاء التراث العربی، بیروت ، ح2324

4 حقانی، مولانا عبد الحق، فتاوی حقانیہ، ص5/460،458

5 ایضاً

6 ایضاً: ص5/461

7 راجہ، سید، اکبر خان، شرح قانون میعاد سماعت،، پی ایل ڈی پبلشرز، لاہور ص8-11

8 ایضاً: ص23،22

9 ایضاً: ص8

10 علی حیدر، درر الحکام شرح مجلة الاحکام، مکتبه حبیبیه ،کوئٹه، ص279/4

11 هیئة کبار العلماء بالمملکة العربیة السعودیة ،ابحاث ہیئة کبار العلماء، رئاسة ادارة البحوث العلمیة والافتاءسعودی عربیه، ص157/7

12 راجہ، سید، اکبر خان، شرح قانون میعاد سماعت، ص120

13 رپورٹ اسلامی نظام عدل، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام اباد، ص196

14 الموسوعة الفقهیة الکویتیة، الموسوعة الفقهیة الکویتیة، وزارة الاوقاف والشئون الاسلامیة، الکویت، ص9/24

15 محمد امین بن عبدالعزیز، تنقیح الفتاوی الحامدیة، ص357/4

16 الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ص271/28

17 انعام الحق، ایڈوکیٹ، قانون میعاد سماعت، ص97

18 الترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی، ترمذی، ح1206

19 القزوینی، محمد بن یزید ،سنن ابن ماجه، دار الفکر، بیروت، ح2274

20 ترمیمی سفارشات اسلامی نظریاتی کونسل، ص17

21 راجہ،سید،اکبر خان،شرح قانون میعاد سماعت،ص165

22 حقانی،عبد الحق،فتاوی حقانیہ،ص6/229

23 گنگوہی،مفتی محمود حسن،فتاوی محمودیہ،دارالافتاءدارالعلوم کراچی،ص4/94

24 مفتی،رشید احمد،احسن الفتاوی،ایچ ایم سعید کمپنی کراچی،ص8/492

25 رپورٹ اسلامی نظام عدل،ص197-198

26 ایضاً:ص198

27 انعام الحق،ایڈوکیٹ،قانون میعاد سماعت،ص55

28 مفتی رشید احمد،احسن الفتاوی،ص7/355

29 ایضاً:ص17/160

30 مفتی محمود الحسن،فتاوی محمودیہ،ص17/462

31 انعام الحق،ایڈوکیٹ،قانون میعاد سماعت،ص164

32 النساء:58/4

33 البقرہ:283/2

34 السجستانی،ابو داود سلیمان بن الاشعث،سنن ابی داود،دار الکتاب العربی،بیروت،ح3536

35 المقدسی،عبد اللہ بن احمد بن قدامة ،المغنی فی فقه الامام احمد بن حنبل الشیبانی،دار الفکر، بیروت،ص280/7

36 هواوینی،نجیب ،مجلة الاحکام العدلية،میر محمد کتب خانه،کراچی،ص153

37 السمرقندی،علاء الدین،تحفة الفقہاء،دار الکتب العلمية،بیروت،ص175/3

38 حقانی،عبد الحق،فتاوی حقانیہ،ص6/400

39 انعام الحق،ایڈوکیٹ،قانون میعاد سماعت،ص157

40 القشیری،النیسابوری،مسلم شریف،مسلم بن الحجاج،دار احیاء التراث العربی،بیروت،ح1632

41 ابن نجیم،الحنفی،زین الدین ،البحر الرائق شرح کنز الدقائق،دار المعرفة،بیروت،ص203/5

42 بابرتی،محمد بن محمد بن محمود، العنایه شرح الهدایه،داراحیاء،بیروت،ص319/8

43 الجوهرة النیرة،ص291/3

44 ایضاً:ص291/3

45 انعام الحق،ایڈوکیٹ،قانون میعاد،ص157

46 الہدایة شرح بدایة المبتدی،ص228/3

47 علی حیدر،درر الحکام شرح مجلة الاحکام،ص92/1

48 انعام الحق، ایڈوکیٹ، قانون میعاد، ص149

49 القزوینی، محمد بن یزید ابو عبداللہ، سنن ابن ماجہ، ص658/1

50 الموصلی، ابن مودود، الاختیار لتعلیل المختار، ص20

51 ابن نجیم، الحنفی، زین الدین، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ص278/5

52 انعام الحق، ایڈوکیٹ، قانون میعاد سماعت، ص140

53 الموصلی، ابن مودود، الاختیار لتعلیل المختار، ص32

54 بابرتی، محمد بن محمد بن محمود، العنایہ شرح الهدایہ، ص425/4

55 الجوهرة النیرة، ص7/4

56 انعام الحق، ایڈوکیٹ، قانون میعاد سماعت، ص169

57 الترمذی، محمد بن عیسی، الجامع الصحیح سنن الترمذی، ح1331

58 الجوهرة النیرة، ص343/4

59 ابن نجیم، الحنفی، زین الدین، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ص177/5

60 زین الدین ابن ابراہیم، الاشباہ والنظائر، ادارۃالقرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ص245

61 ابن نجیم، الحنفی، زین الدین، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ص177/5

62 الجوهرة النیرة، ص343/4